مکالمہ جو ہوا ہی نہیں!

الف: یہ پاکستان میں سیاسی و معاشی حالات خاصے خراب ہیں۔ غربت‘ مہنگائی اور جرائم نے لوگوں کی زندگی اجیرن کر رکھی ہے۔ اوپر سے رشوت... پیسے دیے بغیر کوئی جائز کام بھی نہیں ہوتا۔

س: کیا کہہ رہے ہیں، آپ! کتنے آرام سے فرما دیا کہ صورت حال مخدوش ہے۔ جناب! بین الاقوامی سطح پر ہمارے ملک نے کامیابی کے جھنڈے گاڑ دیئے ہیں۔ حد درجہ اہمیت کے تجارتی معاہدے تو سب کے سامنے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ آپ ناشکرے ہیں‘ اس لیے تو اپنے ملک کے حوالے سے منفی باتیں کر رہے ہیں۔

ج: معلوم پڑتا ہے کہ آپ دونوں حقیقت شناسی سے دور ہی ہیں۔ عوام نے جدوجہد کر کے ملک میں جمہوریت بحال کرائی ہے۔ اسی وجہ سے ملک کو آئین ملا ہے۔ عوام نے قربانیاں دی ہیں۔ سیاسی رہنماؤں نے خون نچھاور کیا ہے۔ ملک کا کوئی بھی صوبہ ترقی کر رہا ہے تو پاکستان کا ہی صوبہ ہے۔ اگر ہمارا بندرگاہ والا شہر ملک کو نہ پالے‘ تو سوچیں معیشت کا کیا ہوگا۔

الف: درست‘ بالکل درست فرمایا: لیکن ملک کے غریب عوام کے لیے دو وقت کی روٹی پورا کرنا مشکل ہو چکا ہے جب کہ امراء کی دولت کی بھوک! خدا کی پناہ۔

پ: بھئی کیا بات کر رہے ہیں۔ یہ ساری افواہیں‘ ہمارے دشمنوں نے اڑائی ہیں۔ کسی سے بھی معلوم کر لیجیے۔

ن: میرا خیال ہے۔ آپ کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ ہمارے ملک کے حکمرانی کے کلچر میں کسی برائی کو برائی سمجھا ہی نہیں جاتا۔ سب کچھ ہی فری در فری ہے۔ ذرا غور کریں اور دیکھئے! ملک میں موٹر ویز‘ ایئر پورٹ اور سڑکوں کا جال بچھایا جا رہا ہے۔ ہمارے ملک کا انفراسٹرکچر تو بین الاقوامی سطح کا ہے۔ آئے دن‘ ہمیں تیز رفتار ترقی کے بین الاقوامی ایوارڈ ملتے ہیں۔ لگتا ہے‘ آپ کی بینائی قدرے کمزور ہے۔ اورنج ٹرین‘ انڈر پاس‘ بائی پاس‘ اسپتال‘ یہ سب کچھ ہوا میں تو نہیں ہے؟

الف: حضور! بڑے منصوبوں میں کمیشن بھی بہت ہوتا ہے ناں؟ اسی لیے عوام میں پذیرائی حاصل کرنے کے لیے یہ کھیل کھیلا جاتا ہے‘ اب تو دنیا کے ہر ملک میں ہمارے ملک کے اشراف کی جائیدادیں ہیں۔ لندن کیا‘ پیرس کیا‘ ہر جگہ یہی فسانے ہیں۔

د: بھائی درست بات کر رہے ہو۔ حکمران طبقے نے تو سب کو سبق دیا کہ کھانے کے لیے لگانا بہت ضروری ہے؟

ٹ: دیکھئے! حد سے نہ بڑھیے۔ ہمارے لیڈروں نے جلاوطنی کا عذاب سہا ہے۔ در بدر کی ٹھوکریں کھائی ہیں۔ یہ سب کچھ انھوں نے جمہوریت کی خاطر کیا ہے۔

ح: آپ لوگ کیسی مہمل باتیں کر رہے ہیں۔ یہ کوئی جلسہ گاہ نہیں ہے۔ ویسے ہمارے سیاستدان ڈنڈے کے لائق ہیں، ڈنڈے والے انھیں حکومت میں لاتے ہیں، پھر کچھ دیر سیدھے رہتے ہیں، کچھ عرصہ گزرنے کے بعد اپنی حرکتوں پر واپس آ جاتے ہیں۔ اسی لیے ان کی اوقات کچھ بھی نہیں ہے۔

ج اور د: دیکھئے‘ عوام اور جمہوریت کی توہین نہ کریں۔ سیاستدانوں نے اس ملک کے لیے بہت کچھ کیا ہے۔ اگر عوامی مینڈیٹ نہ چھینا جائے، مارشل لاء نہ لگے‘ جمہوریت چلتی رہے تو آج پاکستان ترقی یافتہ ملکوں کے برابر ہوتا۔ بس سیاستدانوں کو کام نہیں کرنے دیا جاتا۔

ح: زیادہ باتیں نہ بنائیں‘ سب کو پتہ ہے کہ سیاسی لیڈروں اور جماعتوں نے کیا کیا کارنامے انجام دیئے ہیں‘ بلاوجہ تو حکومتوں سے فارغ نہیں ہوتے۔

ج د: یار! ہم تو مذاق کر رہے تھے۔ تم نے نہیں دیکھا، ایک صحافی بھی ہماری باتیں سن رہا تھا، اسے اصل خبر تو نہیں دینی تھی۔

ج: چلو! ٹھیک ہے۔ عام لوگوں کو بے وقوف بنانے کے لیے اپنی مرضی کی بات کو خبر بنانے کا فن صحافیوں سے زیادہ آپ لوگوں کے پاس ہے۔

ش: بھائی میری بھی تو سنو! عوام میں مقبولیت تو میرے اسیر لیڈر کو حاصل ہے۔ بس تھوڑے دن کی بات ہے۔ وہ جیل سے باہر ہوگا۔ اور اقتدار بھی اس کے پاس ہوگا۔ اس پر محفل میں موجود سب ہنس دیئے‘ بھئی یہ عوامی طاقت کیا ہوتی ہے؟ یاد رکھو! ووٹ کی عزت تو بالکل بھی نہیں ہوتی؟ بھائی جان! آپ بہت سادہ ہیں! بلکہ طفل مکتب ہیں۔ ووٹ کو عزت دو جیسے نعرے تو عوام کو خوش کرنے کے لیے بولے جاتے ہیں۔ اور اس لیے بھی کہ ٹی وی ٹاک شوز میں ذرا بہتر بات ہو سکے۔ سچ تو یہ ہے کہ ہمارے ملک میں سات دہائیوں سے صرف اشرافیہ کا اقتدار ہے۔ اسے ہی عزت حاصل ہے، باقی تو سب سر جھکا کے جینا سیکھ چکے ہیں۔

بیک گراؤنڈ میں طبلچی اور آرکسٹرا ’’راگ درباری‘‘ بجانا شروع کر دیتے ہیں۔ حاضرین محفل موسیقی پر تالیاں بجا کر دھمال ڈالنی شروع کر دیتے ہیں۔ پھر آواز آتی ہے، یہ ہم کیا تاریخی باتیں کرنا شروع ہو گئے۔ بھئی ماضی تو گزر گیا۔ اب واپس تو نہیں آ سکتا! حالات حاضرہ پر کچھ بحث ہو جائے۔ ذرا بتائیے کہ یہ سب کچھ لندن میں کیوں جمع ہیں؟ کیا ہونے جا رہا ہے؟

د: کیا بات فرما رہے ہیں۔ سیاسی منافقت پر کیا بات کریں۔ چھوڑیئے۔ آرام سے انجوائے کریں۔ پس پردہ سرگرمیوں پر بحث سے گریز کریں۔ اطمینان سے مل بیٹھ کر کھائیے۔ آج تک ان سیاسی لیڈروں کو گرم ہوا تک نہیں لگی۔ لندن پر کیا بات کرنی؟ تمام گھاگ لیڈر ہیں‘ کوئی لندن پلان 2 ترتیب دے رہے ہوں گے! پتہ نہیں یہ سچ ہے یا جھوٹ؟

ج: بالکل قیاس آرائی ہے۔ سنا ہے کہ ایک صاحب تو تھوڑے سے علیل ہیں‘ اس لیے علاج کے لیے گئے ہوئے ہیں۔

ف: ویسے برا نہ منایئے گا۔ آپ کے لیڈر اب صحت مند ہیں۔ لیکن اکثر وعدہ بھول جاتے ہیں؟

د: جناب! جو لندن گئے ہوئے ہیں۔ وہ اپنے خرچ پر گئے ہیں۔ الف: ہیں جی! ویسے تو قومی خزانہ حکمرانوں کے لیے ہی ہوتا ہے۔

ف: بار بار کہہ رہا ہوں۔ فضول گفتگو سے پرہیز کریں مل جل کر بیٹھیں۔

ج: یہ ایک اہم ترین وزیر لندن‘ کیا کرنے گیا تھا۔ سنا ہے کوئی پیغام تھا اور کسی کو دینا تھا۔ بھلا‘ اس کی کیا ضرورت تھی؟ فون پر ہی بتا دیتے۔ ادھر سے کون سا انکار ہو جانا تھا؟

د: جناب! آپ معاملہ کی نزاکت کو نہیں سمجھتے۔ اب کبوتروں کے ذریعے پیغام دینے کا زمانہ نہیں رہا۔ اہم باتیں۔ ایک دوسرے کے سامنے ہی کی جاتی ہیں۔ ورنہ معاملہ بگڑ بھی سکتا ہے۔

ص: آپ کبھی نہیں سدھرو گے۔ دیکھو‘ ہم نے کتنے اچھے بچے کو تخت پر بٹھایا ہوا ہے۔ ہر روز صرف نئے سوٹ پہن سکتا ہے۔ سب جانتے ہیں کہ حکمران اچھے بچے بن چکے ہیں، کبھی شکایت کا موقعہ نہیں دیں گے۔

محفل میں قہقہہ بلند ہوا، سب یک زبان ہو کر بولے! وہ تو‘ وہ کام بھی کر دیتے ہیں جو بڑوں کے ابھی ذہن میں ہوتے ہیں۔ انشاء اللہ‘ اگلا سیٹ بھی یہی رہے گا۔ کچھ منچلے بولے، بھائی! ابھی اگلے سیٹ کی بات نہ کرو! اس کا فیصلہ تو وقت کے مطابق ہوگا۔ بس وقت کا انتظار کرنا ہی سمجھداری ہے۔

اتنی دیر میں ایک ملنگ محفل میں داخل ہوتا ہے۔ آرکسٹرا‘ دوبارہ‘ راگ درباری بجانا شروع کر دیتا ہے۔ اور سب دھمال ڈالنا شروع کر دیتے ہیں۔

(اس افسانوی مکالمے کا ہمارے سیاسی حالات سے کسی قسم کا کوئی تعلق نہیں ہے)